فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۸۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): کیا کسی صحابی نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو جھوٹا قرار دیا؟

(جواب): کسی صحابی سے ثابت نہیں کہ انہوں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو جھوٹا کہا ہو۔ صحابہ جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ اہل سنت والجماعت کا اجماعی اُصول ہے کہ تمام صحابہ سچے اور عادل ہیں۔ ان کا تعدیل وتزکیہ اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا ہے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مَا كُلُّ مَا نُحَدِّثُكُمُوهُ سَمِعْنَاهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلٰكِنْ لَمْ يَكُنْ يَكْذِبُ بَعْضُنَا بَعْضًا .

''ہم (صحابہ) جو حدیثیں آپ کو بیان کرتے ہیں، وہ ساری کی ساری ہم نے (براہِ راست) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی نہیں ہوتیں، (بلکہ بعض احادیث ان صحابہ سے سن کر بیان کرتے ہیں، جنہوں نے براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوتی ہیں) ہم (صحابہ) ایک دوسرے سے جھوٹ نہیں بولتے۔''

(السنّة لابن أبي عاصم : 816، وسندهٗ صحيحٌ)

ثابت ہوا کہ صحابہ ایک دوسرے کو سچا اور عادل سمجھتے تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسائل کی تصدیق کے لیے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس آتے تھے۔

مثال کے طور پر؛

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے سیدنا عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ کو ایک حدیث بیان کی، تو انہوں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کے بارے پوچھا، تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی۔

(صحیح مسلم: 705)

ذیل میں چند روایات کا جائزہ پیش کیا جا رہا ہے، جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تکذیب بیان کی جاتی ہے۔

❁ مسند ابی یعلی (۱۵۹۲) والی روایت مرسل ہے۔ بکر بن عبد اللہ مزنی کا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے لقاوسماع ثابت نہیں ہو سکا۔

✿ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بَكْرٌ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَالْحِكَايَةُ مُرْسَلَةٌ.

''بکر نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا، لہٰذا واقعہ مرسل ہے۔''

(المقصد العُلٰی: 190/1)

❁ تاویل مختلف الحدیث لابن قتیبہ (ص ۱۷۰) میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تکذیب کرنا بھی ثابت نہیں۔ اس کی سند قتادہ کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

❁ جامع بيان العلم وفضله لابن عبد البرّ (۱۱۰۱/۲) میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منسوب قول کی سند بھی ضعیف ہے۔ حبیب بن ابی ثابت ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

نیز لغت عرب میں ''کذب'' کا معنی ''خطا'' بھی ہے۔

(النّهاية في غريب الحديث لابن الأثير: 159/4)

صحابہ ایک دوسرے کو ''جھوٹا'' ہرگز نہیں کہہ سکتے ، لہٰذا اگر بالفرض ان روایات کو قبول بھی کر لیا جائے ، تو معنی یہ ہوگا کہ ''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے خطا ہو گئی'' ، نہ کہ ''ابو ہریرہ نے جھوٹ بولا۔'' (نعوذ باللہ)

تنبیہ:

❁ عثمان بن مقسم بُری نے کہا:

كَذَبَ أَبُو هُرَيْرَةَ .

''ابو ہریرہ نے جھوٹ بولا۔''

(الضّعفاء للعقيلي : 3/217)

عثمان بن مقسم بری خود ''متروک و کذاب'' ہے، یہ کسی کو ''کذاب'' کیسے کہہ سکتا ہے؟

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَا ضَرَّ أَبَا هُرَيْرَةَ تَكْذِيبُ الْبُرِّيِّ، بَلْ يَضُرُّ الْبُرِّيَّ تَكْذِيبُ الْحُفَّاظِ لَهٗ .

''عثمان بری کے کذاب کہنے سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کوئی نقصان نہیں ہوا، البتہ حفاظ کا عثمان بری کو ''کذاب'' قرار دینے سے اسے نقصان ضرور ہوا ہے۔''

(ميزان الاعتدال : 3/57)

نیز عثمان بری کے قول کی سند بھی ضعیف ہے۔ مؤمل بن اسماعیل کثیر الخطا ہے۔

❁ سلیمان بن مہران اعمش رحمہ اللہ سے منسوب ہے:

صَدَقَ عَلِيٌّ وَكَذَبَ أَبُو هُرَيْرَةَ .

''علی رضی اللہ عنہ نے سچ کہا اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جھوٹ کہا۔''

(الضّعفاء الكبير للعُقَيلي : 179/4)

سند ضعیف ہے۔

① ابوزہیر عبدالرحمٰن بن مغراء کوفی کی اعمش سے روایت میں کلام ہے۔

② محمد بن احمد ورامینی کے حالات زندگی نہیں ملے۔

تنبیہ:

ابورزین، مسعود بن مالک اسدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

خَرَجَ إِلَيْنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، فَضَرَبَ بِيَدِهٖ عَلٰى جَبْهَتِهٖ، فَقَالَ : أَلَا إِنَّكُمْ تَحَدَّثُونَ أَنِّي أَكْذِبُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لِتَهْتَدُوا وَأَضِلَّ، أَلَا وَإِنِّي أَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : ....

”سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہمارے ہاں تشریف لائے، آپ رضی اللہ عنہ نے (حیرت واستعجاب سے) اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: (اہل عراق) تم تو یہی سمجھو گے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھ رہا ہوں، تا کہ تم فلاح پا جاؤ اور میں بھٹک جاؤں، خبردار میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:......۔“

(صحيح مسلم : 2098)

سوال: مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ ابوالجوزاء اوس بن عبداللہ رحمہ اللہ سے مروی ہے:

قُحِطَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ قَحْطًا شَدِيدًا، فَشَكَوْا إِلٰى عَائِشَةَ،

فَقَالَتْ : اُنْظُرُوا قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاجْعَلُوا مِنْهُ كِوًى إِلَى السَّمَاءِ، حَتّٰى لَا يَكُونَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ، قَالَ : فَفَعَلُوا، فَمُطِرْنَا مَطَرًا حَتّٰى نَبَتَ الْعُشْبُ، وَسَمِنَتِ الْإِبِلُ، حَتّٰى تَفَتَّقَتْ مِنَ الشَّحْمِ، فَسُمِّيَ عَامَ الْفَتْقِ .

''ایک دفعہ اہل مدینہ سخت قحط کا شکار ہو گئے، انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے (اس کیفیت کی) شکایت کی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: قبر رسول کے پاس جائیں اور وہاں سے ایک کھڑکی آسمان کی طرف کھولیں، اس طرح کہ قبر اور آسمان کے درمیان پردہ نہ رہے، اہل مدینہ نے اسی طرح کیا، تو بہت بارش ہوئی، خوب سبزہ اُگا اور اونٹ فربہ ہو گئے یوں لگتا تھا کہ ابھی پھٹ جائیں گے، لہٰذا اس سال کا نام عام الفتق (پیٹ پھاڑنے والا سال) رکھ دیا گیا۔''

(سنن الدّارمي : 58/1، ح : 93، مِشكاة المَصابيح : 5950)

جواب: سند ''ضعیف'' ہے۔

① ابونعمان محمد بن الفضل عارم آخری عمر میں حافظے کی خرابی کا شکار ہو گئے تھے۔ امام دارمی رحمہ اللہ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں، جنہوں نے ان سے اختلاط سے پہلے سماع کیا ہے۔

❀ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تَغَيَّرَ بِآخِرَةٍ . ''آخری عمر میں حافظہ بگڑ گیا تھا۔''

(التّاريخ الكبير :208/1)

❀ امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِخْتَلَطَ عَارِمٌ فِي آخِرِ عُمُرِهِ وَزَالَ عَقْلُهُ، فَمَنْ سَمِعَ عَنْهُ قَبْلَ الْاِخْتِلَاطِ فَسَمَاعُهُ صَحِيحٌ، وَكَتَبْتُ عَنْهُ قَبْلَ الْاِخْتِلَاطِ سَنَةَ أَرْبَعَ عَشَرَةَ، وَلَمْ أَسْمَعْ مِنْهُ بَعْدَ مَا اخْتَلَطَ فَمَنْ كَتَبَ عَنْهُ قَبْلَ سَنَةَ عِشْرِينَ وَمِائَتَيْنِ فَسَمَاعُهُ جَيِّدٌ.

''عارم آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے، ان کی عقل زائل ہو گئی تھی۔ جس نے ان سے اختلاط سے پہلے سماع کیا، اس کی سماع صحیح ہے۔ میں نے ان سے قبل از اختلاط سن ۲۱۴ھ میں سماع کیا، اختلاط کے بعد سماع نہیں کیا۔ پس جس نے ان سے سن ۲۲۰ھ سے پہلے پہلے حدیث لکھی، اس کا سماع درست ہے، (یعنی عارم ۲۲۰ھ میں مختلط ہو گئے تھے)۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 59/8)

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِخْتَلَطَ فِي آخِرِ عُمُرِهِ وَتَغَيَّرَ حَتّٰى كَانَ لَا يَدْرِي مَا يُحَدِّثُ بِهٖ فَوَقَعَ الْمَنَاكِيرُ الْكَثْرَةُ فِي رِوَايَتِهٖ فَمَا رَوٰى عَنْهُ الْقُدَمَاءُ قَبْلَ اخْتِلَاطِهٖ إِذَا عُلِمَ أَنَّ سَمَاعَهُمْ عَنْهُ كَانَ قَبْلَ تَغَيُّرِهٖ.

''یہ آخری عمر میں سٹھیا گئے تھے، حافظہ اتنا بگڑ گیا تھا کہ انہیں کوئی پتہ نہیں ہوتا تھا کہ کیا بیان کر رہے ہیں، اس لیے ان کی روایات میں بہت سے منکر روایات شامل ہو گئیں۔ لہٰذا اگر جس کے متعلق معلوم ہو جائے کہ اس نے ان سے قبل از اختلاط سماع کیا ہے، (تو اس کا سماع درست ہے)۔''

(كتاب المَجروحين : 294/2)

امام دارقطنی رحمہ اللہ کا قول ابوعبدالرحمٰن سلمی کی وجہ سے ضعیف ہے۔

② ابوالجوزاء کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع نہیں۔

۞ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عَائِشَةَ وَحَدِيثُهُ عَنْهَا مُرْسَلٌ .

''ابوالجوزاء نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع نہیں کیا، اس کی عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت مرسل (منقطع) ہوتی ہے۔''

(التّمهيد : 206/20)

امام بخاری رحمہ اللہ کا بھی یہی رجحان ہے۔ جیسا کہ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اس طرف اشارہ کیا ہے۔

(الكامل في ضُعَفاء الرّجال : 331/3)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابوالجوزاء عن عائشہ کی ایک روایت کو منقطع کہا ہے۔

(التّلخيص الحَبير :559/1)

③ عمرو بن مالک نکری (حسن الحدیث) کی حدیث ابوالجوزاء سے غیر محفوظ ہوتی ہے، یہ روایت بھی اسی سے ہے۔

۞ حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَالَ ابْنُ عَدِيٍّ : حَدَّثَ عَنْهُ عَمْرُو بْنُ مَالِكٍ قَدْرَ عَشْرَةِ أَحَادِيثَ غَيْرِ مَحْفُوظَةٍ .

''ابن عدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابوالجوزاء سے عمرو بن مالک نے تقریباً دس غیر محفوظ احادیث بیان کی ہیں۔''

(تهذيب التّهذيب :336/1)

یہ جرح مفسر ہے، مذکورہ اثر بھی عمرو بن مالک نکری نے اپنے استاذ ابوالجوزاء سے بیان کیا ہے، لہٰذا غیر محفوظ ہے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے بارش کے لئے قبر نبوی پر سے روشن دان کھولنے کا کہا تھا، یہ روایت ثابت نہیں۔ اس کی سند ''ضعیف'' ہے۔ اس کے خلافِ واقعہ ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حیاتِ مبارکہ میں حجرہ مبارکہ میں کوئی روشن دان نہیں تھا۔ وہ حجرہ تو اسی طرح تھا جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تھا کہ اس کا بعض حصہ چھت والا اور بعض کھلا تھا۔ دھوپ اس میں داخل ہوتی تھی جیسا کہ صحیح بخاری (۵۲۲) و مسلم (۶۱۱) میں ثابت ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز ادا فرماتے تو ابھی حجرہ مبارکہ میں سایہ نہیں ڈھلا ہوتا تھا بلکہ دھوپ ہوتی، مسجد نبوی کے ساتھ یہ حجرہ اسی طرح قائم رہا۔۔۔ (پھر جب مسجد میں توسیع ہوئی) تو اس وقت سے حجرہ مسجد میں داخل ہو گیا۔ پھر حجرہ عائشہ کے گرد ایک بلند دیوار بنا دی گئی۔ یہی وہ حجرہ ہے، جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک ہے، اس کے بعد اس دیوار میں ایک کھڑکی رکھی گئی تا کہ صفائی وغیرہ کے لیے اس میں داخل ہوا جا سکے۔ لہٰذا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حیاتِ مبارکہ میں کھڑکی کی بات واضح طور پر باطل ہے۔''

(الرّدّ علی البكري، ص 68، 74)

بالفرض اس روایت کو صحیح مان بھی لیا جائے، تو بھی اس سے اہل بدعت والا وسیلہ ثابت نہیں ہوتا، اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام، نبی اکرم ﷺ کی ذات سے وسیلہ نہیں لیتے تھے۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَوْ صَحَّ ذٰلِكَ لَكَانَ حُجَّةً وَّدَلِيلًا عَلٰی أَنَّ الْقَوْمَ لَمْ يَكُونُوا يُقْسِمُونَ عَلَى اللّٰهِ بِمَخْلُوقٍ، وَّلَا يَتَوَسَّلُونَ فِي دُعَائِهِمْ بِمَيِّتٍ، وَلَا يَسْأَلُونَ اللّٰهَ بِهٖ، وَإِنَّمَا فَتَحُوا عَلَى الْقَبْرِ لِتَنْزِلَ الرَّحْمَةُ عَلَيْهِ، وَلَمْ يَكُنْ هُنَاكَ دُعَاءٌ يُّقْسِمُونَ بِهٖ عَلَيْهِ، فَأَيْنَ هٰذَا مِنْ هٰذَا.

''اگر یہ روایت صحیح ہو، تب بھی اس بات پر دلیل ہوگی کہ صحابہ نہ تو اللہ کو مخلوق کی قسم دیتے تھے، نہ اپنی دعا میں فوت شدگان کا وسیلہ دیتے تھے، نہ اللہ سے اس کے وسیلے سے مانگتے تھے۔ انہوں نے تو صرف اس قبر مبارک سے روشن دان کھولا کہ اللہ کی رحمت نازل ہو۔ وہاں کوئی دعا تو نہیں مانگی تھی انہوں نے۔ اس کا وسیلہ سے کیا تعلق؟''

(الردّ علی البِکري، ص 74)

حاصل کلام یہ کہ یہ روایت قائلین وسیلہ کے حق میں مفید نہیں۔

الزامي جواب:

❁ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ يَعْلَمُ الغَيْبَ، فَقَدْ كَذَبَ، وَهُوَ يَقُولُ: لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ.

''جو کہے کہ نبی کریم ﷺ غیب جانتے ہیں، وہ جھوٹا ہے، اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ ''غیب کی باتیں اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔''

(صحيح البخاري: 7380، صحيح مسلم: 177)

ایک صاحب لکھتے ہیں:

''آپ رضی اللہ عنہا کا یہ قول اپنی رائے سے ہے، اس پر کوئی حدیثِ مرفوع پیش نہیں فرماتیں، بلکہ آیات سے استدلال فرماتی ہیں۔'' (جاء الحق: 124/1)

عرض ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم غیب کے متعلق قول قبول نہیں، تو ان کا نبی کریم ﷺ کی قبر کے متعلق یہ قول حجت کیوں؟ وہ اس پر کوئی آیت و حدیث پیش نہیں فرما رہیں، پھر اس پر یہ سہاگہ کہ یہ قول ثابت بھی نہیں ہے؟

سوال: امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے مروی مندرجہ ذیل قول بلحاظ سند کیسا ہے؟

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے منسوب ہے:

مَنْ سَلَّمَ عَلَى الْجِنَازَةِ تَسْلِيمَتَيْنِ فَهُوَ جَاهِلٌ.

''جو نماز جنازہ میں دونوں طرف سلام پھیرے، وہ جاہل ہے۔''

(مسائل أبي داود: 1030)

جواب: سند ضعیف ہے۔ داود بن مخراق ضعیف ہے۔

امام ابوزرعہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ دُونَهُ قَلِيلًا.

''یہ محمد بن حسن بن زبالہ (متروک) سے تھوڑا نیچے ہے۔''

(الضّعفاء : 449/2)

اسے امام ابن حبان رحمہ اللہ نے الثقات (۸/۲۳۶) میں بھی ذکر کیا ہے۔امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ کی جرح کے مقابلہ میں ابن حبان رحمہ اللہ کا الثقات میں ذکر کرنا مفید نہیں، لہٰذا راوی کا ضعف ہی راجح ہے۔

سوال: کیا جزء رفع الیدین اور جزء القرأۃ خلف الامام، امام بخاری رحمہ اللہ کی تصانیف ہیں؟

جواب: امام بخاری رحمہ اللہ سے جزء رفع الیدین اور جزء القرأۃ خلف الامام تواتر سے ثابت ہے۔

❁ حافظ خلیلی رحمہ اللہ (۴۴۶ھ) فرماتے ہیں:

مَحْمُودٌ هٰذَا آخِرُ مَنْ رَوٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ أَجْزَاءً بِبُخَارٰى.

''محمود بن اسحاق رحمہ اللہ وہ آخری شخص ہے، جس نے امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ سے بخاریٰ میں ''اجزاء'' روایت کیے۔''

(الإرشاد : 967/3)

❁ یہی بات حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) نے بھی کہی ہے۔

(هدى السّاري، ص 492، تغليق التّعليق : 436/5)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اپنی سند سے جزء رفع الیدین کی روایات ذکر کرتے ہیں۔

(تغليق التّعليق : 479/2)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے دونوں کتابوں کی امام بخاری رحمہ اللہ تک سند بھی ذکر کی ہے۔

(المعجم المفهرس، ص 61)

❁ حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں کہ محمود بن اسحاق نے امام بخاری رحمہ اللہ سے جزء رفع الیدین اور جزء القرأۃ روایت کی ہیں۔

(تاریخ بغداد: 209/2، الفَصل للوصل المدرج في النقل: 427/1)

❁ حافظ سمعانی رحمہ اللہ (۵۶۲ھ) نے بھی یہی بات کی ہے۔

(الأنساب: 509/12)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) نے بھی یہ دونوں کتابیں کو امام بخاری رحمہ اللہ کی تصانیف قرار دیا ہے۔

(سِيَر أعلام النّبلاء: 86/17، تاريخ الإسلام: 754/8)

احناف کے کبار علما نے جزء رفع الیدین اور جزء القرأۃ کو امام بخاری رحمہ اللہ کی تصانیف قرار دیا ہے، مثلاً؛

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ (۷۶۲ھ)

(نصب الرّاية: 390/1، 292، 393، 395، 402، 403، 406)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ)

(عمدة القاري: 227/5، البِناية: 212/1)

❁ علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ (۸۶۱ھ)

(فتح القدير: 309/1)

❁ علامہ قاسم بن قطلو بغا رحمہ اللہ (۸۷۹ھ)

(الثّقات: 154/8)

❁ علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ (۹۷۰ھ)

(البحر الرّائق :341/1، وفي نسخة :563/1)

❁ علامہ انور شاہ کاشمیری صاحب (۱۳۵۳ھ)

(فيض الباري : 252/2، 298)

ان دونوں کتابوں کے راوی محمود بن اسحاق بن محمود بن منصور الخزاعی البخاری القواس ابو اسحاق رحمہ اللہ (۳۳۲ھ) امام بخاری رحمہ اللہ کے مشہور شاگرد تھے، آپ رحمہ اللہ وقت کے مشہور محدث تھے، بہت سے لوگوں نے آپ سے روایت لی۔آپ کے بارے میں تجریح وتجہیل ثابت نہیں۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدَّثَ، وعُمِّرَ دَهْرًا.

''محدث تھے، لمبی عمر پائی۔''

(تاريخ الإسلام : 665/7)

اس طرز کے راوی سند کتاب میں معتبر ہوتے ہیں۔اس پر سہاگہ یہ کہ یہ دونوں روایتیں امام بخاری رحمہ اللہ سے متواتر منقول ہیں۔ہر دور کے اہل علم نے ان دونوں کتابوں کو امام بخاری رحمہ اللہ کی تصنیفات قرار دیا ہے، کسی نے اس نسبت کا انکار نہیں کیا۔حافظ بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) وغیرہ نے ان کتابوں کی بہت سی روایات کو اپنی سندوں سے نقل کیا ہے۔

سوال: قرآن کریم کی کم سے کم مدت تکمیل کتنی ہے؟

جواب: تین دن اور اس سے زائد مدت میں قرآنِ کریم کی تلاوت مکمل کرنا مستحب اور افضل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حوصلہ افزائی کی ہے، دلائل ملاحظہ ہوں:

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ان کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں

مکالمہ ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا:

صُمْ مِّنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، قَالَ : إِنِّي أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ : فَمَا زَالَ حَتّٰى قَالَ : صُمْ يَوْمًا وَّأَفْطِرْ يَوْمًا، وَقَالَ : اقْرَإِ الْقُرْآنَ فِي شَهْرٍ، فَقُلْتُ : إِنِّي أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ، حَتّٰى قَالَ : اقْرَإِ الْقُرْآنَ فِي ثَلَاثٍ .

''مہینے میں صرف تین دن کے روزے رکھا کریں۔ عرض کیا: مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت ہے اور مسلسل یہی کہتے رہے، (کہ مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت ہے)، آپ ﷺ نے فرمایا: ایک دن روزہ رکھا کریں اور ایک دن کا روزہ چھوڑ دیا کریں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: قرآنِ کریم کی تلاوت ایک مہینے میں مکمل کیا کریں۔ انہوں نے عرض کیا: میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، (اور مسلسل یہی کہتے رہے)، یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تین دن میں مکمل کرلیا کریں۔''

(صحيح البخاري : 1978)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما ہی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَمْ يَفْقَهْ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فِي أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ .

''جس نے تین دن سے پہلے قرآن کی تلاوت مکمل کی، اس نے قرآن کو سمجھا نہیں۔''

(سنن أبي داوٗد : 1394، سنن الترمذي : 2949، سنن ابن ماجه : 1347، فضائل القرآن للنسائي : 92، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

❁ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما ہی بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو حکم دیا تھا کہ وہ چالیس (۴۰) دنوں میں قرآنِ کریم کی تکمیل کیا کریں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ایک مہینے میں، پھر فرمایا: بیس (۲۰) دنوں میں، پھر فرمایا: پندرہ (۱۵) دنوں میں، پھر فرمایا: دس (۱۰) دنوں میں، پھر فرمایا: سات (۷) دنوں میں، اور سات (۷) دنوں پر آ کر رک گئے۔

(فضائل القرآن للنّسائي : 94، مختصر قيام اللّيل للمَروزي، ص 66، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما ہی بیان کرتے ہیں کہ ان کی رسول اللہ ﷺ سے یوں بات چیت ہوئی، آپ ﷺ نے فرمایا:

اِقْرَإِ الْقُرْآنَ فِي شَهْرٍ، قُلْتُ : إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً، حَتّٰى قَالَ : فَاقْرَأْهُ فِي سَبْعٍ، وَلَا تَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ .

''ایک مہینے میں قرآنِ مجید مکمل کیا کریں، میں نے عرض کیا: میں اس سے کم مدت میں تکمیل کی طاقت رکھتا ہوں، فرمایا...... پھر سات دنوں میں تکمیل کر لیا کریں، اس سے کم مدت میں مکمل نہ کرنا۔''

(صحيح البخاري : 5054، صحيح مسلم : 1159)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

لَا أَعْلَمُ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ الْقُرْآنَ كُلَّهٗ فِي لَيْلَةٍ .

''میں نہیں جانتی کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی ایک رات میں مکمل قرآنِ کریم پڑھا ہو۔''

(صحيح مسلم : 139/746)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اِقْرَؤُوا الْقُرْآنَ فِي كُلِّ سَبْعٍ .

''ہر ہفتے قرآنِ کریم کی تلاوت مکمل کیا کریں۔''

(فضائل القرآن للفَريابي : 131، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبدالرحمٰن رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ أَبَاهُ كَانَ يَخْتِمُ فِي رَمَضَانَ فِي ثَلَاثٍ، وَفِي غَيْرِ رَمَضَانَ مِنَ الْجُمُعَةِ لِلْجُمُعَةِ .

''میرے والد محترم رمضان المبارک میں تین دنوں میں قرآن کریم کی تکمیل کیا کرتے تھے اور دوسرے دنوں میں ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک قرآن مکمل کیا کرتے تھے۔''(فضائل القرآن للفريابي : 132، وسندهٗ صحيحٌ)

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایک رات میں مکمل قرآن کریم نہیں پڑھا، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سات دن یا کم از کم تین دن میں تکمیل کی ہدایت فرماتے تھے، لہٰذا بہتر یہی ہے تین دن یا اس سے زائد مدت میں ہی قرآنِ کریم کی تکمیل کی جائے۔

تین دن سے کم مدت میں تکمیل اور اسلافِ امت:

البتہ ان تعلیماتِ نبوی سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تین دن سے پہلے تکمیل کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اسلافِ امت کا فہم و عمل یہی بتاتا ہے۔ اس کی تفصیل درجِ ذیل ہے:

❁ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے وتر کی ایک رکعت میں پورا قرآنِ کریم پڑھنا ثابت ہے۔

(شرح مَعاني الآثار للطّحاوي :294/1، سنن الدّارقطني : 1658، وسندهٗ حسنٌ)

❁ ابو جمرہ، نصر بن عمران بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''میں تیز قرأت کرنے والا شخص ہوں اور کبھی تو ایک رات میں ایک یا دو مرتبہ

قرآنِ مجید مکمل کر لیتا ہوں۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں ایک سورت کی تلاوت کر لوں، تو یہ مجھے آپ کے طرزِ عمل سے اچھا لگتا ہے۔ البتہ اگر آپ ضرور ہی ایسا کرنا چاہتے ہیں، تو تلاوت ایسے انداز میں کریں کہ آپ کے کان اسے سن رہے ہوں اور آپ کا دل اسے سمجھ رہا ہو۔''

(السّنن الكبرٰى للبيهقي : 396/2، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ يَخْتِمُ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ لَيْلَتَيْنِ .

''آپ رحمہ اللہ دو راتوں میں قرآنِ پاک مکمل پڑھ لیا کرتے تھے۔''

(طبقات ابن سعد : 270/2، سنن الدّارمي : 3528، حلية الأولياء لأبي نعيم الأصبهاني : 273/4، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ قتادہ بن دعامہ رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ يَخْتِمُ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ سَبْعِ لَيَالٍ مَرَّةً، فَإِذَا جَاءَ رَمَضَانُ؛ خَتَمَ فِي كُلِّ ثَلَاثِ لَيَالٍ مَّرَّةً، فَإِذَا جَاءَ الْعَشْرُ؛ خَتَمَ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مَّرَّةً .

''آپ رحمہ اللہ سات راتوں میں ایک مرتبہ قرآنِ مجید مکمل کیا کرتے تھے۔ البتہ جب ماہِ رمضان آتا، تو تین راتوں میں ایک مرتبہ قرآن کریم کی تکمیل کرتے اور جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہو جاتا، تو ہر رات میں ایک مرتبہ تکمیل کرتے تھے۔''

(حِلية الأولياء لأبي نُعيم الأصبهاني : 339/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ علقمہ بن قیس نخعی رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّ عَلْقَمَةَ كَانَ يَقْرَأُ فِي خَمْسٍ، قَالَ : وَقَرَأَهٗ فِي مَكَّةَ فِي لَيْلَةٍ .

''علقمہ رحمہ اللہ پانچ دنوں میں قرآنِ کریم پڑھا کرتے تھے، البتہ مکہ مکرمہ میں انہوں نے ایک رات میں قرآنِ کریم کی قرأت کی۔''

(فضائل القرآن للفَريابي : 139، وسندهٗ صحيحٌ، فضائل القرآن لأبي عُبيد، ص 182، الثّقات لابن حبّان : 208/5، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ اسود بن یزید رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

كَانَ الْأَسْوَدُ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ فِي لَيْلَتَيْنِ، وَيَخْتِمُهٗ فِي سِوٰى رَمَضَانَ فِي سِتٍّ.

''اسود بن یزید رحمہ اللہ رمضان میں دو راتوں میں مکمل قرآن کی تلاوت کیا کرتے تھے، جبکہ عام حالات میں چھ دنوں میں قرآن کی تکمیل کیا کرتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 500/2، الثّقات لابن حبّان : 31/4، الطّبَقات الكبرٰى لابن سعد : 136/6، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ علی ازدی رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

كَانَ يَخْتِمُ الْقُرْآنَ فِي رَمَضَانَ كُلَّ لَيْلَةٍ.

''آپ رحمہ اللہ رمضان میں ہر رات مکمل قرآنِ کریم کی تلاوت کیا کرتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 500/2، الثّقات لابن حِبّان : 164/5، 165، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام شعبہ بن حجاج قشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَخْتِمُ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ.

''سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ ہر دن رات میں ایک دفعہ مکمل قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتے تھے۔''

(طبقات ابن سعد : 364/5، تاریخ ابن عساکر : 213/20، وسندهٔ صحیحٌ)

❁ **محمد بن خالد، خزاز رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:**

كَانَ يَخْتِمُ الْقُرْآنَ فِي يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ .

''آپ رحمہ اللہ ایک دن رات میں قرآنِ مجید مکمل کیا کرتے تھے۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتِم : 245/7)

❁ **امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

كَانَ عَبْدُ الرَّحْمٰنُ بْنُ مَهْدِيٍّ يَّخْتِمُ فِي كُلِّ لَيْلَتَيْنِ، كَانَ وِرْدُهٗ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ نِصْفُ الْقُرْآنَ .

''عبد الرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ دو راتوں میں قرآنِ کریم مکمل کیا کرتے تھے۔ ایک رات میں نصف قرآن پڑھا کرتے تھے۔''

(تاریخ بغداد للخطیب : 247/10، وسندهٔ صحیحٌ)

❁ **محمد بن احمد بن ابوعون رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:**

كَانَ يَخْتِمُ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ مَّرَّتَيْنِ .

''آپ رحمہ اللہ ہر دن رات میں دو مرتبہ قرآنِ کریم مکمل کیا کرتے تھے۔''

(صحيح ابن حبّان : 4622)

❁ **حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:**

''اس سلسلہ میں راجح بات یہ ہے کہ تکمیل قرآن کی مدت کا مسئلہ مختلف لوگوں کے لیے مختلف ہے۔ جو شخص سمجھ بوجھ اور گہری سوچ رکھنے والا ہے، وہ اتنی مقدار میں تلاوت کرے کہ تدبر اور استخراج معانی کے مقصد میں خلل واقع نہ ہو۔ اسی طرح جو شخص علمی مصروفیات یا دیگر دینی سرگرمیوں اور عام مسلمانوں کی اصلاح میں مشغول ہے، اس کیلئے مستحب ہے کہ وہ اتنی مقدار میں تلاوت

کرے کہ اس کے دیگر امور میں خلل نہ آئے۔ ہاں، جو شخص ایسی مصروفیات میں نہیں ہے، اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ اکتاہٹ کے بغیر جس قدر ممکن ہو سکے، کثرت کے ساتھ قرآنِ مجید کی تلاوت کرے، نیز تیز رفتاری سے قرأت نہ کرے، واللہ اعلم!''

(التِّبيان في آداب حَمَلَة القرآن، ص 61، فتح الباري لابن حَجَر : 97/9، تفسير ابن كثير :81/1، 82)

❀ علامہ محمد عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ (۱۳۵۳ھ) فرماتے ہیں:

لَوْ تَتَبَّعْتَ تَرَاجِمَ أَئِمَّةِ الْحَدِيثِ؛ لَوَجَدْتَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ فِي أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ، فَالظَّاهِرُ أَنَّ هٰؤُلَاءِ الْأَعْلَامَ لَمْ يَحْمِلُوا النَّهْيَ عَنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فِي أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ عَلَى التَّحْرِيمِ.

''اگر آپ ائمہ حدیث کی سیرت کی ورق گردانی کریں گے، تو آپ کو ان میں بہت سے ایسے ائمہ ملیں گے، جو تین دنوں سے پہلے قرآنِ کریم کی قرأت مکمل کر لیا کرتے تھے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ کبار محدثین تین دن سے پہلے قرآنِ کریم کی تکمیل کے بارے میں وارد ہونے والی ممانعت کو تحریمی نہیں سمجھتے تھے۔''

(تُحفَة الأحوَذي : 63/4)

لیکن تکمیل کی جو بھی صورت ہو، آدابِ تلاوت کو ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیے۔

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلتَّرْتِيلُ فِي الْقِرَاءَةِ أَحَبُّ إِلٰى أَهْلِ الْعِلْمِ.

''قرأت میں ترتیل اہل علم کے ہاں زیادہ پسندیدہ ہے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 2946)